

باب: 1

اسلام اور پاکستان

سوالات کی فہرست

- سوال نمبر 1- اسلام، پاکستان کی نظریاتی اساس ہے۔ بحث کریں۔
- سوال نمبر 2- اسلام کے بنیادی اصول بیان کریں۔
- سوال نمبر 3- اسلام امن اور رواداری کو فروغ دیتا ہے، وضاحت کریں۔
- سوال نمبر 4- ایک اسلامی فلاحی ریاست کے بنیادی اصولوں کا تجزیہ کریں۔
- سوال نمبر 5- پاکستان بحیثیت ایک جدید اسلامی ریاست علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کریں۔
- سوال نمبر 6- اسلامی فلاحی ریاست کی تعریف کریں اور نیز اسکے فرائض بیان کریں۔
- سوال نمبر 7- جدیدیت سے کیا مراد ہے؟ اسلام اور جدیدیت پر مفصل نوٹ لکھیں۔

مشقی کثیر الانتخابی جوابات

مشقی سوالات کے مختصر جوابات



سوال نمبر 1: اسلام پاکستان کی نظریاتی اساس ہے بحث کریں۔

جواب: نظریہ یا آئیڈیالوجی وہ تصور، مقصد یا نصب العین ہوتا ہے جس کے حصول کے لیے انسان اپنی جدوجہد کرتا ہے۔ نظریے کا لفظ زیادہ وسیع معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے انسانی زندگی کا ایسا نظام وجود میں آتا ہے جس میں اعتقادات اور زندگی کے مقاصد شامل ہوں۔ نظریہ کسی بھی معاشرہ کو ایسی شکل میں لے آتا ہے جس میں افراد کے اعتقادات، رسم و رواج اور مذہبی معاملات مشترک ہوتے ہیں۔ اسلامی معاشرہ دیگر معاشروں کے مقابلے میں بالکل منفرد ہے۔ یہ الہامی اصولوں اور نظریات پر قائم ہے جو قرآن مجید اور رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی سنت سے حاصل کئے گئے ہیں۔

نظریہ کا مفہوم:

نظریہ فرانسیسی لفظ آئیڈیالوجی کا ترجمہ ہے۔ یہ دو اجزا ”آئیڈیا“ اور ”لوجی“ پر مشتمل ہے۔ نظریے کا مفہوم ہے اندازِ فکر اور تصورِ حیات وغیرہ۔

نظریہ کی تعریف:

"نظریہ عام طور پر کسی بھی سیاسی، سماجی یا معاشرتی تحریک کے ایسے لائحہ عمل کو کہتے ہیں جو واقعات و حقائق کی روشنی میں کسی قوم کا مشترک نصب العین بن جائے۔"

اسلامی نظریے کا ماخذ

کسی بھی نظریے کے اثرات کا انحصار افراد کے خلوص، لگن، وفاداری اور وابستگی پر ہوتا ہے۔ اسلامی نظریہ افراد کے ذہنوں پر فطری طریقے سے اثر انداز ہوتا ہے۔ اس طرح اسلام کے ابدی اصولوں پر افراد کا ایمان پختہ ہو جاتا ہے۔ اسلامی نظریے کا سرچشمہ قرآن مجید، رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی سنت اور اسلامی رسم و رواج ہے۔

1- قرآن مجید:

قرآن مجید کے احکام اسلام کی بنیاد ہیں۔ ان سے سیاسی، معاشی اور معاشرتی قوانین اور حقوق کے سلسلے میں مفصل و مکمل راہ نمائی حاصل ہوتی ہے۔ جس کی بدولت انفرادی اور اجتماعی سطح پر زندگی خوشگوار، پر امن اور بامقصد ہو جاتی ہے۔

2- رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی سنت

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے اسلامی احکامات کو اپنے اقوال و افعال سے واضح فرمایا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کی مفصل تشریح حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی سنت سے ملتی ہے جو اسلامی اصول و قوانین کا سرچشمہ ہے۔ سنت ایک عربی اصطلاح ہے۔ اس کے لفظی معنی ”ایسا راستا جس کی پیروی کی جائے“۔ قرآن مجید اسلامی اصولوں کے بنیادی خدوخال بیان کرتا ہے۔ لیکن ان کی تشریح حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی احادیث سے ملتی ہے۔ اسلام کے بنیادی ارکان یعنی ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور جہاد کی تفصیل حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔

3- رسم و رواج:

مختلف علاقوں میں پائے جانے والے ایسے رسم و رواج اور ایسی اقدار جو اسلامی تعلیمات کے منافی نہ ہوں مسلمانوں کو اجازت ہے کہ وہ انہیں اپنے مخصوص خطے یا علاقے میں اختیار کر سکتے ہیں۔ ان میں میلے، اجتماعات اور دیگر تقریبات شامل ہیں۔

نظریہ کی اہمیت

کسی قوم کے لئے ”نظریہ“ کیوں اہم ہوتا ہے؟ نظریے کی اہمیت مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر واضح ہوتی ہے:-

1- خیالات کا عکاس:

نظریہ افکار و خیالات کا عکاس ہوتا ہے۔ یہ معاشرے میں رہن سہن، سوچ، طرز فکر اور باہمی تعلقات کے اصول متعین کرتا ہے۔

2- قومی اتحاد کا سرچشمہ:

نظریہ لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرتا ہے اور اتحاد کا سرچشمہ بنتا ہے۔

3- رضائے الہی کا حصول:

اسلامی نظریہ انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے جدوجہد پر ابھارتا ہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ جدوجہد اقوام کے لئے زبردست قوت محرکہ کا کام دیتی ہے۔

4- درست فیصلے میں مددگار:

قیادت کے انتخاب کے لیے نظریہ ایک خاص طرح کی بصیرت پیدا کر دیتا ہے جس سے درست فیصلے کرنے میں مدد ملتی ہے۔

5- ثقافت کو برقرار رکھنے میں معاون:

نظریے سے آزادی، ثقافت اور رسوم و رواج برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ اسلامی نظریہ ان اسلامی اقدار کا عکاس ہے جن کی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے تعلیم دی اور عمل کر کے دکھایا۔

یہ نوٹس اور اس طرح کے مزید نوٹس پڑھنے یا ڈاؤنلوڈ کرنے کے لئے ہماری ویب سائٹ taleemcity.com وزٹ کریں۔

سوال نمبر 2: اسلام کے بنیادی اصول بیان کریں۔

جواب: اسلام "سلم" سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہے سلامتی۔ گویا اسلام امن و آشتی کا دین ہے جو معاشرے کے تمام افراد کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم کرنے کا خواہاں ہے۔ اسلامی معاشرے میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کو برابر حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ ان میں بحیثیت انسان کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا۔

اسلام کے بنیادی اصول

1- اقتدار اعلیٰ:

اسلامی معاشرہ اس بات پر کام ایمان رکھتا ہے کہ اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا اور کیا اور وہی اس پوری کائنات کا حاکم اعلیٰ ہے۔ عوام کے نمائندے صرف ان حدود کے اندر اختیارات استعمال کر سکتے ہیں جو اسلام نے متعین کر دی ہیں۔ تاہم عوام کو اس امر کی مکمل آزادی ہوتی ہے کہ وہ ریاست کے معاملات چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے صالح، متقی اور پرہیزگار افراد کو منتخب کریں۔ اسلامی معاشرے میں حکمرانوں پر عوام کو اس وقت تک اعتماد رہتا ہے جب تک کہ وہ اسلامی قوانین کی پیروی کریں۔ اسی سے اسلام میں جمہوریت کا تصور واضح ہوتا ہے۔

2- عدل و انصاف:

عدل کے لفظی معنی ہیں کہ صحیح چیز کو صحیح جگہ پر رکھنا۔ یہ قانون الہی کی اصل بنیاد ہے۔ زندگی کا کوئی بھی پہلو عدل کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ یہ عدل و انصاف ہی ہے جس کی بنا پر کوئی معاشرہ پر امن اور خوشحال ہو سکتا ہے۔ صرف عادلانہ نظام ہی میں افراد کے کردار کی تعمیر و تشکیل اور اجتماعی بہتری ممکن ہے۔ اسلام عدل قائم کرنے پر زور دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ (ترجمہ):

”اگر آپ فیصلہ فرمائیں تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمادیجئے بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔“ (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 42)

اور قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (ترجمہ):

”اے ایمان والو! انصاف قائم کرنے والے ہو جاؤ اللہ کے لیے گواہ بن کر خواہ یہ (گواہی) تمہارے اپنے یا والدین کے یا قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہو اگر (جس کے خلاف گواہی دی جا رہی ہے) کوئی مالدار ہو یا محتاج پس (ہر حال میں) اللہ ان دونوں کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے تو تم خواہش نفس کی پیروی نہ کرو کہ تم عدل نہ کرو اور اگر تم بات میں ہیر پھیر کرو یا (گواہی دینے سے) منہ پھیر لو تو بے شک اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔“ (سورۃ النساء، آیت نمبر 135)

اسلام کے عدالتی نظام میں افراد کے بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے۔ (ترجمہ):

”آپ فرمادیجئے میرے رب نے عدل کا حکم دیا ہے“ (سورۃ الاعراف، آیت نمبر 29)

3- مساوات:

اسلام انسانوں کے درمیان مساوات کا علم بردار ہے۔ اسلام رنگ و نسل، زبان و ثقافت اور امارت و غربت سمیت تمام امتیازات کی نفی کرتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقع پر فرمایا۔ (ترجمہ):

”تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ جب کہ فوقیت اور برتری کی بنیاد تقویٰ ہے نہ کہ دولت یا اختیار و اقتدار۔“
اسلامی قانون میں انسان برابر ہیں اور انہیں یکساں قانونی تحفظ اور ترقی کے مساوی مواقع حاصل ہیں۔

4۔ اخوت:

اخوت کے معنی بھائی چارے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے (ترجمہ):
”بے شک سب اہل ایمان (تو آپس میں) بھائی بھائی ہیں“ (سورۃ الحجرات، آیت نمبر 10)۔
اخوت کا اصول اسلامی معاشرے کا ایک اہم پہلو ہے۔ بھائی بھائی ہونے کی حیثیت سے وہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ اور خوشی اور غم میں شریک ہوتے ہیں۔ اخوت اور بھائی چارے کا احساس محبت، باہمی تعاون اور قربانی کے جذبات کو ابھارتا اور فروغ دیتا ہے۔
ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:
”ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔“ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 2442)
ایک اور موقع پر آپ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

”آپس میں کینہ نہ رکھو۔ ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو اور سب بھائی بھائی بن جاؤ۔“ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 6065)
مختصر یہ کہ ایک مسلمان کو ایک دوسرے مسلمان بھائی سے کسی قسم کی کدورت نہیں رکھنی چاہیے اور نہ ہی حسد کرنا چاہیے۔ مسلمان تو مسلمان ہیں اسلام تو غیر مسلموں کے خلاف بھی سازش کرنے اور برے خیالات رکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔

5۔ رواداری:

رواداری اور برداشت اسلام کی نظر میں نہایت عظیم نیکیاں ہیں، جو انسان کو مشکل اور دشواری سے بچاتی ہیں اور دوسروں کے لئے پیار و محبت کا ذریعہ بنتی ہیں۔
لوگوں کے درمیان سماجی تعلقات قائم کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ دوسروں کی غلطیوں کو نظر انداز کیا جائے۔ باہمی جھگڑوں سے بچنے کے لئے رواداری بہترین ذریعہ ہے۔ اس وجہ سے اخوت اور امن کا ماحول فروغ پاتا ہے اور انسانی رشتوں میں استحکام آتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے انے قول و فعل سے رواداری کا درس دیا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔ (ترجمہ):

”دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے، بے شک ہدایت گمراہی سے خوب واضح ہو چکی ہے۔“ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 256)
یہ رواداری کا ایک سنہری اصول ہے کہ اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے جائز حقوق کا احترام کیا جاتا ہے اور انہیں مکمل تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ اس لیے ایسے افراد پر نظر رکھنا ضروری ہوتا ہو جو اپنے خیالات اور نظریات کو دوسروں پر مسلط کرتے ہیں اور دوسروں کے جذبات مجروح کرتے ہیں۔
اسلامی اصولوں کے عوامی اخلاق پر اثرات:

اسلامی اصول جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، پاکستان میں عوامی اخلاق پر مثبت طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ لوگوں کو عدل و انصاف پر قائم رہنے پر راغب کرتے ہیں۔
اسلامی اصولوں کو اپنانے سے سماجی تفریق ختم ہوتی ہے اور لوگوں میں مل جل کر رہنے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے اور باہمی سماجی تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ اس طرح اخوت اور امن و امان کا ماحول فروغ پاتا ہے۔

یہ نوٹس اور اس طرح کے مزید نوٹس پڑھنے یا ڈاؤنلوڈ کرنے کے لئے ہماری ویب سائٹ taleemcity.com وزٹ کریں۔

سوال نمبر 3: اسلام امن اور رواداری کو فروغ دیتا ہے وضاحت کریں۔

اسلام میں امن، رواداری اور بقائے باہمی کا فروغ

اسلام اور امن:

پوری دنیا اضطرابی کیفیت سے دوچار ہے، ہر جانب بد امنی پھیلی ہوئی ہے، سکون غارت ہے اور ہر انسان اس کے لیے فکر مند ہے۔ بد امنی کا متضاد لفظ امن و سلامتی ہے۔ اسلام امن و امان قائم کرنے کی تعلیم دیتا ہے، اسلام شریعت پرستی، ڈاکازی، دہشت گردی، بد امنی اور سماج دشمنی کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔ اسلام ایسے عناصر کی سزا قتل یا سولی یا جلا وطنی (قید) قرار دیتا ہے تاکہ معاشرہ ایسے عناصر سے پاک ہو۔

اسلام کی بنیاد امن و امان پر ہے اور اسلام ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، (ترجمہ):
”جس نے کسی کو بغیر کسی جان (بدلہ) یا زمین میں بغیر فساد مچانے کے قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔“ (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 32)

جرائم کا سد باب اور قیام امن کے اسلامی اصول

اسلام نے جرائم کے سد باب اور امن و امان کے قیام کے لیے کچھ راہ نما اصول طر کر رکھے ہیں جن پر عمل کرنے سے دنیا امن کا گوارہ بن سکتی ہے۔

1- اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان اور اصلاح:

اسلام یہ بتاتا ہے کہ اگر دنیا میں امن و سکون چاہتے ہو تو ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ، اپنی اصلاح کر لو، اور اچھے کام کرو۔ قرآن مجید میں اس اصول کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے (ترجمہ):

”اور ہم رسولوں کو بھیجتے ہیں صرف خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر تو جو شخص ایمان لائے اور اصلاح کر لے

تو ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“ (سورۃ الانعام، آیت نمبر 48)

ایمان اور امن دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ دنیا میں ایمان کے بغیر امن کا قیام ناممکن ہے۔

2- اللہ تعالیٰ کی عبادت:

قیام امن کا دوسرا اسلامی اصول یہ ہے کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہیے۔ اس میں کسی طرح کی ملاوٹ نہیں ہونی چاہیے اور تمام آلائشوں سے پاک عبادت کے نتیجہ میں امن و امان قائم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے (ترجمہ):

”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔“ (سورۃ الانعام، آیت نمبر 82)

3- اخوت، ہمدردی اور بھائی چارے کا فرغ:

امن و امان کے قیام کے لیے اسلام نے تیسرا اصول یہ بتایا کہ انسانی سماج میں اخوت و ہمدردی اور بھائی چارہ کو فروغ دیا جائے، ہر شخص دوسرے کا خیر خواہ ہو اور اس کی عزت و آبرو کا محافظ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کا فرمان ہے

”تم میں سے کوئی شخص ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی بھائی کے لیے بھی وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 13)

اس اصول کی روشنی میں جب معاشرہ کا ہر فرد اپنے پڑوسی، اپنے شہری اور اپنے ہم وطن بھائی کے لیے خیر اور بھائی کا جذبہ رکھے گا تو فتنہ و فساد، خانہ جنگی اور دہشت گردی خود بخود ختم ہو جائے گی، پورا معاشرہ اور پورا ملک امن و امان کا گوارہ بن جائے گا۔

4- اسلامی قوانین یا سزائوں کا یکساں نفاذ:

اسلام نے جرائم کو جڑ سے ختم کرنے کے لیے جو سزائیں تجویز کی ہیں، بظاہر وہ ”سنگین“ اور ”حقوق انسانی“ کے خلاف نظر آتی ہیں لیکن جرائم کی کثرت اور ان کی سنگین نوعیت نے اب یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان کے سد باب کے لیے اسلامی قوانین اہم ہیں۔ اگر ہم شریعت پرستی، بد عنوانی اور قتل و غارت گری کا خاتمہ چاہتے ہیں تو ہمیں اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کو اپنانا ہو گا۔

اسلام اور مذہبی رواداری

اسلام مذہبی رواداری پر یقین رکھتا ہے اور دوسروں کے عقائد و اقدار، جذبات، تہذیب و ثقافت وغیرہ کا لحاظ رکھتا ہے۔ مذہبی رواداری کے حوالے سے قرآن و سنت

میں صریح ہدایات موجود ہیں۔

قرآن اور مذہبی رواداری:

روداداری کے تعلق سے قرآن مجید کا سب سے بنیادی اصول یہ ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ یہ انسان کی آزادی فکر و عقیدہ کا سب سے بڑا اہم اعلامیہ (چارٹر) ہے۔ کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی کے فکر و عقیدہ کو دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش کرے۔ ہر فرد کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جس نظریے کو چاہے اختیار کرے اور جسے رد کر دے۔ اس کا محاسبہ کرنے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، وہ قیامت کے دن محاسبہ کرے گی۔ دنیا میں اس بنیاد پر ایسے شخص کے ساتھ برا اور غیر اخلاقی طرزِ عمل اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ اسے بنیادی انسانی حقوق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (ترجمہ):

”اللہ ہمارا (بھی) رب ہے اور تمہارا (بھی) رب ہے ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں اللہ ہم سب کو جمع فرمائے گا اور اسی طرف (سب کو) جانا ہے۔“ (سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر 15)

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اور مذہبی روداداری:

اسلام نام ہے ہے زندگی گزارنے کے اس طریقے کا جو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام کا تھا اور بعد میں آنے والی تمام انسانیت کا رہے گا۔ اسی طریقہ تبلیغ و اشاعت کے لئے دنیا میں نبیوں کا طویل سلسلہ قائم کیا گیا۔

ایسا دین جو ہمیشہ سے سارے انبیائے کرام کا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین روداداری کا درس دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (ترجمہ):

”بے شک (پسندیدہ) دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔“ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 19)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مذہبی روداداری:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت کے لیے جو معاہدہ تحریر فرمایا، اس کے بغض اجزا اس طرح ہیں:-

”یہ امان ہے جو اللہ تعالیٰ کے غلام امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اہل ایلیا کو دی، یہ امان جان و مال، گرجا، صلیب، تندرست و بیمار اور ان کے تمام اہل مذہب کے لیے ہے، نہ ان کے گرجا میں سکونت اختیار کی جائے گی، نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کے احاطے کو نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان صلیبوں اور ان مال کی کمی کی جائے، مذہب کے بارے میں ان پر کوئی جبر نہیں کیا جائے گا، نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔“

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور مذہبی روداداری:

کچھ غیر مسلموں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ان گورنر عمرو بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی سخت مزاجی کی شکایت کی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے گورنر کو لکھا۔

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے علاقہ کے غیر مسلموں کو تمہاری سخت مزاجی کی شکایت ہے، اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے، نرمی اور سختی دونوں سے کام لو لیکن سختی ظلم کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ ان کے خون سے اپنا دامن محفوظ رکھو۔“

اسلام اور بقائے باہمی

بقائے باہمی کا مفہوم:

”بقائے باہمی کا مطلب ہے دوسرے انسانوں کے ساتھ امن و امان باہمی صلح اور محبت کے ساتھ رہنا ہے۔

دوسروں کے حقوق و مفادات کا خیال رکھنا۔ آپس کے معاملات کو لڑائی جھگڑے کی بجائے صلح صفائی سے حل کرنا۔“

دنیا کی آبادی کی غالب اکثریت کسی نہ کسی مذہب کی پیروکار ہے اور ان کے تصورات یعنی روداداری امن و امان، باہمی صلح، بقائے باہمی اور محبت بہت ہی اہم اصول ہیں۔

قرآن مجید اور بقائے باہمی:

دنیا میں مذہب کے بغیر امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی بقائے باہمی۔ مسلمانوں کے مطابق امن بغیر انصاف کے ممکن نہیں اس لیے اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر فرد کو اپنی مرضی کا مذہب اور عقیدہ اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔ اسلام ہر فرد کو اجازت دیتا ہے کہ جو چاہے وہ مانے اور جو چاہے وہ نہ مانے۔ اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے، (ترجمہ):

”تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔“ (سورۃ الکافرون، آیت نمبر 6)

قرآن کریم بقائے باہمی کے بارے میں ارشاد ہے۔ (ترجمہ):

”اور اللہ کی راہ میں (ان سے) لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرنا بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 190)

خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ اور بقائے باہمی:

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا۔

”تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ جب کہ فوقیت اور برتری کی بنیاد تقویٰ ہے نہ کی دولت یا اختیار و اقتدار۔“ اسلام میں لوگوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے۔ کوئی کسی سے برتری نہیں سوائے تقویٰ کے۔ اسلامی قانون میں تمام انسان برابر ہیں اور انہیں یکساں قانونی تحفظ اور ترقی کے مساوی مواقع حاصل ہیں۔

اسلام نے بلا تفریق مذہب و ملت انسانی برادری کا جو تصور پیش کیا ہے اگر اس پر سچائی سے عمل کر لیا جائے تو یہ شر و فساد، ظلم و جبر اور بے پناہ فسادات سے بھری ہوئی دنیا امن کا گہوارا بن جائے۔

یہ نوٹس اور اس طرح کے مزید نوٹس پڑھنے یا ڈاؤنلوڈ کرنے کے لئے ہماری ویب سائٹ taleemcity.com وزٹ کریں۔

سوال نمبر 4: ایک اسلامی فلاحی ریاست کے بنیادی اصولوں کا تجزیہ کیجئے۔

جواب: حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ جس میں توحید، مساوات، عدل و انصاف، اخلاق و تقویٰ اور حصول علم کے بنیادی اصول اپنائے گئے۔ مدینہ منورہ کی مثالی اسلامی ریاست نے ایک فلاحی، منصفانہ اور بنیادی حقوق کے یکساں محافظ معاشرے کا تجربہ پوری دنیا کو کامیاب کر کے دکھایا۔

پہلی اسلامی فلاحی ریاست (ریاست مدینہ):

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس لیے وہ دیگر اداروں کی طرح ریاست کے قیام کے لیے بھی مکمل ہدایات اور اصول فراہم کرتا ہے۔ ان اصولوں کی روشنی میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ریاست مدینہ قائم کی جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بام عروج پر پہنچا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی تعلیمات، احکامات اور ہدایات کو مد نظر رکھتے ہوئے جو نظام مملکت اور ریاستی ادارے قائم کئے ان سے ایک مثال اسلامی فلاحی ریاست وجود میں آئی۔ اسلامی اصولوں پر مبنی اس نظام مملکت کی آج بھی دنیا میں پیروی کی جاتی ہے۔

اسلامی فلاحی ریاست کے بنیادی اصول

ایک اسلامی فلاحی ریاست کے مندرجہ ذیل بنیادی اصول ہیں:-

1- اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ

اسلامی فلاحی ریاست میں تمام طاقتوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہی پوری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ لہذا تمام امور مملکت اللہ تعالیٰ کے احکامات کی روشنی میں چلائے جاتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں حکمران اللہ تعالیٰ کا نائب ہوتا ہے اور اسی کے احکامات کے نفاذ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس اصول کے نتیجے میں دنیوی طاقتوں کے آگے سرنگوں ہونے کی بجائے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے آگے سر جھکا تا ہے۔

2- عقائد

اسلامی فلاحی ریاست کی بنیاد توحید پر قائم ہے۔ جب کہ رسالت و ختم نبوت اور یوم آخرت پر ایمان لائے بغیر کوئی انسان مسلمان نہیں بن سکتا ہے۔ ان عقائد کے نتیجے میں اسلامی ریاست اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اتباع کو لازم سمجھتی ہے۔

3- عدل و انصاف کا قیام

معاشرہ میں عدل و انصاف کے قیام کی ذمہ داری اسلامی ریاست پر عائد ہوتی ہے۔ اسلامی ریاست میں عدلیہ کو اعلیٰ مقام حاصل ہے اور وہ انتظامیہ کے اثر سے آزاد ہوتی ہے بلکہ انتظامیہ اور سربراہ مملکت بھی عدلیہ کے سامنے جواب دہ ہوتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں عدلیہ سربراہ مملکت کو عدالت طلب کر سکتی ہے اور اسے سزا بھی دے سکتی ہے۔

4- مساوات کا قیام

اسلامی ریاست میں رنگ، نسل، علاقہ، جنس اور دیگر امتیازات کی کوئی گنجائش نہیں۔ سب کو معاشی، معاشرتی، مذہبی اور دیگر حقوق برابر حاصل ہوتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں ایک بہترین ماحول پیدا کیا جاتا ہے جہاں ذات پات اور اونچ نیچ کی کوئی قید نہیں ہوتی اور ظلم و زیادتی سے پاک معاشرہ قائم ہوتا ہے۔

5- اظہار رائے کی آزادی

اسلامی ریاست میں عوام کو تحریر و تقریر کی مکمل آزادی دی جاتی ہے۔ اسلامی ریاست میں حکام پر تنقید کی آزادی ہوتی ہے۔ حکومت پر تنقید سے اصلاح کا پہلو نکلتا ہو اور عوام کی دلچسپی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست اخبارات، رسائل اور دیگر ذرائع ابلاغ کی آزادی کو تسلیم کرتی ہے البتہ دین کے خلاف کسی تنقید کو برداشت نہیں کیا جاتا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا تھا ”لوگو! اگر قرآن و سنت کے خلاف کوئی کام کروں تو میری پیروی نہ کرنا بلکہ مجھے منصب سے ہٹا دینا۔“ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بہت سے لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ پر کھلم کھلا تنقید کی جس کا جواب آپ رضی اللہ عنہ نے خندہ پیشانی سے دیا۔

6- حقوق العباد (Human Rights)

اسلامی تعلیمات میں حقوق العباد پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ اسلام نے اہل خانہ، ہمسایوں، قرابت داروں اور دیگر انسانوں کے حقوق مقرر کر دیے ہیں۔ حقوق العباد ادا کرنے سے معاشرے میں اخوت، بھائی چارے، امن و سکون اور راحت قلب کی وہ فضا قائم ہوتی ہے جس سے معاشرہ جنت نظیر بن جاتا ہے۔

7- خدمت خلق کا اصول (Principle of Social Welfare)

اسلام انسانوں میں خدمت خلق کے جذبے کو فروغ دیتا ہے۔ کد مت خلق کو اعلیٰ درجہ کی عبادت کا مقام حاصل ہے۔ جب ایک ریاست میں خدمت خلق کا اصول اپنایا جاتا ہے تو اسلامی فلاحی ریاست کے خدوخال واضح ہو جاتے ہیں۔

یہ نوٹس اور اس طرح کے مزید نوٹس پڑھنے یا ڈاؤنلوڈ کرنے کے لئے ہماری ویب سائٹ taleemcity.com وزٹ کریں۔

سوال نمبر 5: پاکستان بحیثیت ایک جدید اسلامی ریاست علامہ محمد اقبال، قائد اعظم اور لیاقت علی خان کے حوالے سے بیان کریں۔

پاکستان بحیثیت ایک جدید اسلامی ریاست، قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ،

لیاقت علی خاں اور قرارداد مقاصد کی روشنی میں

قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ اور اسلامی ریاست

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ تحریک پاکستان کے قائد اور پاکستان کو جدید اسلامی ریاست بنانے کے بڑے حامی تھے۔ آپ نے نظریہ پاکستان کی وضاحت ان الفاظ میں کی ”پاکستان تو اسی روز وجود میں آگیا تھا جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔“

آپ پاکستان کی بانی جماعت آل انڈیا مسلم لیگ کے سربراہ بنے اور خود کو حصول پاکستان کے لیے وقف کر دیا۔ آپ نے مارچ 1940ء منٹو پارک لاہور میں مسلم لیگ کے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے دو قومی نظریہ کی تشریح کی اور فرمایا کہ

”ہندوستان میں دو قومیں بستی ہیں جن کی کوئی قدر مشترک نہیں۔ لہذا مسلمانوں کے لیے ایک الگ مملکت کی ضرورت ہے۔ اجلاس کے اختتام پر قرارداد لاہور منظور کروائی گئی جس میں الگ وطن کا مطالبہ کیا گیا۔“

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مارچ 1940ء میں طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”ہمارا راہ نما اسلام ہے اور یہی ہماری زندگی کا مکمل ضابطہ ہے۔“

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے چند دن بعد فرمایا:

”صرف پاکستان ہی مسلمانوں کی آزادی اور اسلام کی شان و شوکت کا ضامن ہے۔“

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم لیگ کے 1943ء کے سالانہ اجلاس منعقدہ کراچی میں فرمایا:

”وہ کون سا رشتہ ہے جس سے منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ملت کی عمارت استوار ہے؟“

وہ کون سا لنگر ہے جس سے امت کی کشتی محفوظ ہے؟ وہ چٹان اور وہ لنگر اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے۔“

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جون 1945ء میں پشاور میں طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”ہماری قوم آزادی حاصل کرنے کی اہل ہے جس میں اسلام کے اصولوں پر عمل درآمد کرنا ممکن ہو گا اور نظریہ اسلام کی حفاظت ہو سکے گی۔“

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو آگے آنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا۔

”آپ ہی اسلام کے خادم ہیں، آپ ہی منظم ہو جائیں اور اپنے لیے آزادی حاصل کریں۔“

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے 21 مارچ 1948ء کو ڈھاکہ میں عوام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

”میں چاہتا ہوں کہ آپ سندھی، بلوچی، پنجابی، پٹھان اور بنگالی بن کر بات نہ کریں۔

یہ کہنے میں آخر کیا فائدہ ہے کہ ہم پنجابی، سندھی یا پٹھان ہیں، ہم تو بس مسلمان ہیں۔“

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے علی گڑھ میں خطاب کرتے ہوئے نظریہ پاکستان کو ان الفاظ میں واضح فرمایا

”پاکستان کے مطالبے کا محرک اور مسلمانوں کے لیے جداگانہ مملکت کی وجہ کیا تھی؟ تقسیم ہند کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

اس کی وجہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال، یہ تو اسلام کا بنیادی مطالبہ ہے۔“

فلاحی ورفاہی مملکت کا بہترین تصور اسلام کے سوا کون دے سکتا ہے اور دنیا میں لافانی اصولوں اور قوانین پر مشتمل نظام حیات قرآن مجید سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے؟

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کسی فرقہ واریت کا پرچار نہیں کیا۔ ہمیں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاکستان کو ان کے اصولوں کے مطابق بنانا ہو گا۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور اسلامی ریاست

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریہ کے حوالے سے دعویٰ کیا کہ ہندو اور مسلمان ایک مملکت میں اکٹھے نہیں رہ سکتے اور مسلمان جلد یا بدیر اپنی داگانہ

مملکت بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر میں واحد قوم کا تصور مسترد کر دیا اور مسلم قوم کی جداگانہ حیثیت پر زور دیا۔ اسلام کو ایک مکمل

نظام مانتے ہوئے علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بنیاد پر برصغیر کے شمال مغرب میں علیحدہ مسلم ریاست کے قیام کا تصور آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ 1930ء میں

پیش کیا۔ انہوں نے واضح کہا

”انڈیا ایک برصغیر ہے، ملک نہیں۔ یہاں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگ رہتے ہیں۔

مسلم قوم اپنی جداگانہ مذہبی اور ثقافتی پہچان رکھتی ہے۔“

ان کے لیے ایک الگ ملک خواہ نوین میں ہو یا آزاد، ضروری ہے۔

لیاقت علی خاں اور اسلامی ریاست

لیاقت علی خاں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم مقرر ہوئے اور پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی میں 7 مارچ 1949ء کو تقریر کرتے ہوئے انہوں نے قرارداد مقاصد کا

مسودہ پیش کیا اور اس کی وضاحت کچھ یوں کی:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”چوں کہ اللہ تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اسی نے جمہور کی وساطت سے

مملکت پاکستان کو اختیار حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لیے اجازت عطا فرمائی۔“

چوں کہ یہ اختیار حکمرانی ایک مقدس امانت ہے لہذا جمہور پاکستان کی نمائندہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے کہ آزاد اور خود مختار مملکت پاکستان کے لیے ایک دستور

مرتب کیا جائے۔ جس کی رو سے مملکت تمام حقوق و اختیارات حکمرانی، عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے سے استعمال کرے۔ جس میں اصول جمہوریت و حریت،

مساوات و رواداری اور سماجی عدل کو، جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی، پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے۔ جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی اور

اجتماعی طور پر، اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنت رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ میں متعین ہیں، ترتیب دے سکیں۔

جس کی رو سے اس امر کا قرار واقعی انتظام کیا جائے کہ اقلیتی آزادی کے ساتھ اپنے مذاہب پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں۔

جس کی رو سے وہ علاقے جو اب پاکستان میں داخل ہیں یا شامل ہو گئے ہیں اور ایسے دیگر علاقے جو آئندہ پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں ایک وفاق بنائیں، جس کے ارکان مقرر کردہ حدود اربعہ و متعینہ اختیارات کے ماتحت خود مختار ہوں۔

جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے اور ان حقوق میں قانون و اخلاق عامہ کے ماتحت مساوات، حیثیت و مواقع، قانون کی نظر میں برابری، سماجی، اقتصادی اور سیاسی عدل، اظہار خیال، عقیدہ، دین، عبادت اور ارتباط (میل جول اور باہمی تعلق کی آزادی) شامل ہو۔

- جس کی رو سے اقلیتوں اور پس ماندہ طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے۔
- جس کی رو سے عدلیہ کی آزادی مکمل طور پر محفوظ ہو۔
- جس کی رو سے وفاق کے علاقوں کی حفاظت، اس کی آزادی اور اس کے جملہ حقوق کا جن میں اس کے بر و بحر اور فضا پر سیادت کے حقوق شامل ہیں، تحفظ کیا جائے۔ تاکہ اہل پاکستان فلاح اور خوش حالی کی زندگی بسر کر سکیں اور اقوام عالم کی صف میں اپنا جائز اور ممتاز مقام حاصل کر سکیں اور امن عالم کے قیام اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود میں کما حقہ اضافہ کر سکیں۔

جناب والا! میں اس موقع کو ملک کی زندگی میں بہت اہم سمجھتا ہوں۔ اہمیت کے اعتبار سے صرف حصول آزادی کا واقعہ ہی اس سے بلند تر ہے، کیونکہ حصول آزادی ہی سے ہمیں اس بات کا موقع ملا کہ ہم ایک مملکت کی تعمیر اور اس کے نظام سیاست کی تشکیل اپنے نصب العین کے مطابق کر سکیں۔ میں ایوان کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ بابائے قوم قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے کے متعلق اپنے خیالات کا متعدد موقعوں پر اظہار فرمایا تھا، اور قوم نے ان کے خیالات کی غیر مبہم الفاظ میں تائید کی تھی۔“

قرارداد مقاصد

لیاقت علی خان کا پیش کردہ مسودہ قرارداد مقاصد کی شکل میں 12 مارچ 1949ء کو منظور کیا گیا جو کہ یہ ہے:۔
”اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جو اپنا اختیار ریاست پاکستان کو تفویض کرتا ہے جس کو پاکستان کے منتخب نمائندے مقدس امانت کے طور پر قرآن و سنت کی حدود میں رہ کر استعمال کر سکیں گے۔“

”جمہوریت، آزادی، مساوات، برداشت اور معاشرتی انصاف اسلام کے اصولوں کے مطابق اپنائے جائیں گے۔“
”مسلمان اپنی زندگیوں، انفرادی یا اجتماعی طور پر اسلام کی تعلیمات جو قرآن و سنت کے مطابق ہیں، گزار سکیں گے۔“
”اقلیتوں کو مکمل آزادی حاصل ہوگی اور وہ اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزار سکیں گے۔“
”پاکستان ایک وفاق ہوگا اور عدلیہ کو مکمل آزادی حاصل ہوگی۔“

یہ نوٹس اور اس طرح کے مزید نوٹس پڑھنے یا ڈاؤنلوڈ کرنے کے لئے ہماری ویب سائٹ taleemcity.com وزٹ کریں۔

سوال نمبر 6: اسلامی فلاحی ریاست کی تعریف کریں اور نیز اسکے فرائض بیان کریں۔

تعریف

اسلامی فلاحی ریاست سے مراد ایسی ریاست ہے جو اسلامی اصولوں پر مبنی عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کام کر رہی ہو اور جس کا مقصد ایسا معاشرہ قائم کرنا ہو جہاں عدل و انصاف، مساوات، اخوت اور معاشی خوشحالی ہو۔

فرائض

اسلامی فلاحی ریاست کے فرائض سے مراد شہریوں کے وہ حقوق ہیں جنہیں ادا کرنا ریاست پر لازم ہے۔ اسلامی فلاحی ریاست پر شہریوں کے معاشی، معاشرتی، سیاسی اور دیگر مسائل کو حل کرنے کی پوری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ عوام کی روحانی و مادی فلاح و بہبود کرنا، ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنا، ان کو سہولیات مہیا کرنا اور انہیں نیکی کی راہ پر لگانا اسلامی فلاحی ریاست کا فریضہ ہے۔ اسلامی فلاحی ریاست کے چند فرائض ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

1- حکومت الہیہ کا قیام

اسلامی فلاحی ریاست میں اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ مسلمان حاکم اپنے اختیارات کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے ہوئے استعمال کرتا ہے۔ حکومت الہیہ کے قیام کا مقصد لوگوں کو برے کاموں سے روکنا اور بھلائی کے کاموں کے لئے تیار کرنا ہوتا ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تاکہ لوگوں میں بھائی چارہ، محبت، امن اور ہمدردی جا جذبہ پیدا ہو اور لوگ امن و سکون سے زندگی بسر کر سکیں۔

2- اسلامی قوانین کا نفاذ

اسلامی فلاحی مملکت میں سربراہ ریاست عوام کا خادم ہوتا ہے۔ قرآن مجید اور سنت رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ پر مبنی قانون سازی اور اس کا نفاذ حاکم کی اولین ذمہ داری ہے۔ کیوں کہ قرآن مجید اور سنت رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے دیے ہوئے قوانین ہی عوام کی فلاح کے ضامن ہیں۔ اسلامی ریاست میں حکمران ضالم کے مقابلے میں مظلوم کے ساتھ ہوتا ہے۔

3- بنیادی ضروریات کی تکمیل

عوام کو تمام بنیادی ضروریات یعنی روٹی، کپڑا اور مکان مہیا کرنا اسلامی ریاست کی اہم ذمہ داری ہے۔ سوشل سیکیورٹی کی تمام سکیموں کو پایہ تک پہنچانا اسلامی ریاست کا فریضہ ہے۔ مدینہ منورہ کی اسلامی فلاحی ریاست میں بیت المال کا قیام اپنے شہریوں کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کی طرف ایک مؤثر قدم تھا۔

4- سہولیات کی فراہمی

عوام کو بنیادی سہولیات مہیا کرنے کے بعد اسلامی فلاحی ریاست انہیں معقول زندگی گزارنے کے لیے دیگر سہولیات اور آسائشات کی فراہمی کو یقینی بناتی ہے، مثلاً تعلیم، صحت اور آمدورفت کی سہولتیں وغیرہ۔ ایک بہتر زندگی کے لئے تمام سہولیات مہیا کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

5- دولت کی منصفانہ تقسیم

اسلامی فلاحی ریاست قوم کی دولت کو چند ہاتھوں میں مرکز نہیں ہونے دیتی بلکہ دولت کی گردش کو یقینی بناتی ہے تاکہ معاشرے کے تمام افراد اس سے مستفید ہو سکیں۔ اسلامی ریاست دولت کی منصفانہ تقسیم کے ذریعے سے عوام کو سماجی تحفظ فراہم کرتی ہے تاکہ غربت کو دور کیا جاسکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور ایک مثالی دور تھا جس میں غربت اور مفلسی ختم ہو گئی تھی اور تقریباً ہر شخص باعزت زندگی بسر کرنے لگا تھا۔

6- اجتماعی ترقی

اجتماعی ترقی کے لئے صنعتی، زرعی، معدنی اور تجارتی ترقی کے منصوبے بنانا اور انہیں نافذ کرنا اسلامی فلاحی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اسلامی ریاست اجتماعی بھلائی کے لیے ملکی وسائل کو بھی قبضہ میں لے سکتی ہے البتہ اس کے لیے معاوضہ فوری طر پر ادا کرنا لازم ہو گا۔ اسلامی ریاست، مملکت کی زمین کو بھی عوام کی بھلائی کے لیے استعمال کر سکتی ہے۔

7- امن و امان

اسلامی فلاحی ریاست کا فرض ہے کہ امن و امان قائم کرے تاکہ عوام پر سکون زندگی بسر کر سکیں اور ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت ممکن ہو۔ اس کے لیے قوانین کا مؤثر نفاذ اور نظام عدل کا مضبوط اور خود مختار ہونا ضروری ہے۔

8- ملکی دفاعی نظام

مملکت کو اندرونی و بیرونی خطرات سے بچانا اور ملکی سرحدوں کی حفاظت کے لیے دفاع کا انتظام کرنا ریاست کی ذمہ دار ہے۔ اس کے لیے مضبوط فوج ہونا اور اسے جدید اسلحہ سے لیس کیا جانا ضروری ہے۔

9- خارجہ پالیسی

بیرونی ممالک سے تعلقات استوار کرنا، انہیں فروغ دینا اور قومی مفاد کے حصول کے لیے بین الاقوامی سطح پر مناسب اقدامات اٹھانا، خارجہ پالیسی کہلاتی ہے۔ اسلامی فلاحی ریاست کا فرض ہے کہ وہ اسلامی ممالک کے ساتھ تعلقات کو اپنی خارجہ پالیسی کی ترجیحات میں شامل کرے تاکہ بین الاقوامی سطح پر اسلامی بھائی چارے کی عمدہ مثال پیش کی جاسکے۔

یہ نوٹس اور اس طرح کے مزید نوٹس پڑھنے یا ڈاؤنلوڈ کرنے کے لئے ہماری ویب سائٹ taleemcity.com وزٹ کریں۔

سوال نمبر 7: جدیدیت سے کیا مراد ہے؟ اسلام اور جدیدیت پر مفصل نوٹ لکھیں۔

جواب: اسلام جدت پسندی کا قائل ہے۔ اسلام انسان کو ترقی کرنے اور تحقیق کرنے کی بھرپور تلقین کرتا ہے۔ قرآن انسان کو کائنات میں موجود چیزوں کے بارے میں تحقیق کرنے اور انہیں تغیر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کر کے چاند پر جا پہنچا ہے

جدیدیت کی تعریف:

جدیدیت سے مراد نئے خیالات اور نئے آلات ہیں جنہوں نے انیسویں صدی کے پبلک اور پرائیویٹ تعلقات کو پس پشت ڈالتے ہوئے نئے خیالات کو جنم دیا اور جدید صنعتی معاشرہ قائم کیا۔ جس میں شہروں کو ترقی دی گئی، مادہ پرستی کی پوجا کی گئی اور مذہب سے انکار کیا گیا یعنی جدیدیت نے پرانی روایات مسترد کرتے ہوئے نئی معاشرتی اقدار قائم کیں جن کا مذہب سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

اسلام اور جدیدیت

اسلام نے انسانیت کی بہبود و ترقی کے لیے جدید خیالات کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کی ہے۔

1- قرآن اور جدیدیت

قرآنی احکامات کی طے شدہ حدود میں رہتے ہوئے اسلام نے نظریات اور آلات کی جدیدیت کو قبول کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ (ترجمہ):

”یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب بھی اتاری اور میزان (عدل) بھی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت (جنگی) طاقت بھی ہے اور لوگوں کے لئے دوسرے فائدے بھی اور تاکہ اللہ ظاہر فرمادے کہ کون اس (کے دین) کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت قوت والا بہت غالب ہے۔“ (سورۃ الحديد، آیت نمبر 25)

اس آیت میں لوہے کو اسلحہ اور طاقت سے نسبت دی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو طاقت ور چاہتا ہے۔ یہ طاقت صنعتی ترقی اور جدید ٹیکنالوجی سے آسکتی ہے، لہذا اسلام میں آلات کی جدت قابل قبول ہے۔

2- اسوہ رسول کریم ﷺ اور جدیدیت

بحیثیت مسلمان ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے طریقوں پر چلنے میں ہے اور آپ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے طریقوں سے ہٹ کر ہم کسی چیز میں آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اگر ہماری صبح سے لے کر شام تک کی زندگی حضور اکرم خاتم النبیین ﷺ کے احکامات کے مطابق ہو تو یہ ہمیں ترقی میں مدد دے گی۔ پاکستان میں اسلامی تہذیب کو اپنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

حدیث پاک ہے

”دنانی کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہے۔ وہ اسے جہاں ملے، اسے لینے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔“ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4169)

3- مسلمانوں کا عروج اور جدیدیت

مسلمانوں نے کئی صدیوں تک تمام علوم میں پوری دنیا کی قیادت کی ہے لیکن جب مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے طریقوں کو چھوڑا تو ان کا زوال شروع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے دنیا کی بادشاہت اور خلافت کا وعدہ کیا ہے مگر دو شرطوں کے ساتھ، ایک ایمان اور دوسرا عمل صالح والی زندگی۔

4- اہل مغرب اور جدیدیت

اٹھارویں صدی میں یورپ سیاسی، معاشی، معاشرتی اور عسکری میدان میں بہت پیچھے تھا، جب کہ مسلمان آگے تھے۔ یورپ کے صنعتی انقلاب نے حالات بدل دیے، یورپ نے ترقی کرنا شروع کر دی۔

5- مسلمانوں کو زوال اور جدیدیت

مسلمانوں نے جدیدیت کی طرف کوئی توجہ نہ دی جس کی وجہ سے مسلمان پستی میں چلے گئے۔ یہاں بہت سے مسلمان مفکرین نے مسلمانوں کی راہ نمائی کی اور ان کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا۔ ان کا خیال تھا کہ اسلام اور جدیدیت میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ اگر ہم اسلام کے اصولوں اور نظریات کا از سر نو جائزہ لیں تو ہم مغربی دنیا کے چیلنجوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

6- جدیدیت کے فروغ میں نوجوانوں کا کردار

جدیدیت کو فروغ دینے میں نوجوان کسی بھی معاشرے کا طاقتور اور متحرک ترین طبقہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس معاشرے کے دوست اور دشمن دونوں اسی کوشش میں ہوتے ہیں کہ نوجوان طبقہ کی توجہ حاصل کر کے انہیں اپنے اہداف کے لیے استعمال کریں۔ پاکستانی معاشرہ میں بھی نوجوان کو بہت اہمیت دی جاتی ہے اور اس کی بہترین تربیت کے لیے دینی و جدید مدارس قائم کیے گئے ہیں۔

یہ نوٹس اور اس طرح کے مزید نوٹس پڑھنے یا ڈاؤنلوڈ کرنے کے لئے ہماری ویب سائٹ taleemcity.com وزٹ کریں۔

(مشقی کثیر الانتخابی سوالات)

Available on taleemcity.com

نمبر شمار	سوالات	A	B	C	D
1.	نظریہ لفظ آئیڈیالوجی کا ترجمہ ہے۔ آئیڈیالوجی لفظ ہے:	اردو کا	عربی کا	فرانسیسی کا	یونانی کا
2.	قرارداد مقاصد 1949ء پیش کرنے والے وزیراعظم کا نام ہے:	خواجہ ناظم الدین	محمد علی بوگرہ	چودھری محمد علی	لیاقت علی خان
3.	برصغیر میں جداگانہ انتخابات کا مطالبہ سب سے پہلے کیا:	علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے	سر سید احمد خان نے	چودھری محمد علی نے	قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے
4.	قرارداد لاہور پیش ہوئی:	1930ء میں	1940ء میں	1945ء میں	1950ء میں
5.	عدل کے لفظی معنی ہیں:	پرامن اور خوشحال معاشرہ	اجتماعی بہتری	کردار کی تعمیر و تشکیل	کسی صحیح کو صحیح جگہ پر رکھنا
6.	علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے 1930ء میں اپنا مشہور صدارتی خطبہ دیا:	دہلی میں	لاہور میں	کراچی میں	الہ آباد میں
7.	قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پشاور میں طلبہ سے خطاب کیا:	1945ء	1947ء	1946ء	1948ء
8.	”کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔“ آپ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:	نبوت کے فوراً بعد	ہجرت مدینہ کے موقع پر	حجۃ الوداع کے موقع پر	صلح حدیبیہ کے موقع پر
9.	قرارداد مقاصد پاس ہوئی:	1948ء میں	1949ء میں	1950ء میں	1951ء میں
10.	”اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے“ جس سورۃ میں فرمایا:	سورۃ البقرہ	سورۃ آل عمران	سورۃ النساء	سورۃ المائدہ

یہ نوٹس اور اس طرح کے مزید نوٹس پڑھنے یا ڈاؤنلوڈ کرنے کے لئے ہماری ویب سائٹ taleemcity.com وزٹ کریں۔

(مشقی مختصر جوابی سوالات)

- س1: رواداری کا مفہوم بیان کریں۔
- جواب: رواداری فارسی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے برداشت کرنا۔ یعنی جن لوگوں کا مذہب، عقائد، خیالات یا نظریات ہم سے مختلف ہوں۔ ان کے خیالات و عقائد کا احترام کرنا اور ان پر بلاوجہ تنقید اور ان کو اپنے نظریات سے زبردستی دور نہ کرنا رواداری کہلاتا ہے۔ اسلام مذہبی رواداری پر یقین رکھتا ہے۔ اس حوالے سے قرآن و سنت ﷺ میں واضح ہدایات موجود ہیں۔
- س2: بقائے باہمی کا کیا مطلب ہے؟
- جواب: "بقائے باہمی کا مطلب ہے دوسرے انسانوں کے ساتھ امن و امان باہمی صلح اور محبت کے ساتھ رہنا ہے۔ دوسروں کے حقوق و مفادات کا خیال رکھنا۔ آپس کے معاملات کو لڑائی جھگڑے کی بجائے صلح و صفائی سے حل کرنا۔"
- س3: جدیدیت کسے کہتے ہیں؟
- جواب: جدیدیت سے مراد نئے خیالات اور نئے آلات ہیں جنہوں نے انیسویں صدی کے پبلک اور پرائیویٹ تعلقات کو پس پشت ڈالتے ہوئے نئے خیالات کا جنم دیا اور جدید صنعتی معاشرہ قائم کیا۔ جس میں شہروں کو ترقی دی گئی، مادہ پرستی اختیار کی گئی۔
- س4: نظریہ کی تعریف کریں۔
- جواب: نظریہ فرانسیسی لفظ آئیڈیالوجی کا ترجمہ ہے۔ یہ دو اجزا "آئیڈیا" اور "لوجی" پر مشتمل ہے۔ نظریے کا مفہوم ہے اندازِ فکر اور تصور حیات وغیرہ۔ "نظریہ عام طور پر کسی بھی سیاسی، سماجی یا معاشرتی تحریک کے ایسے لائحہ عمل کو کہتے ہیں جو واقعات اور حقائق کی روشنی میں کسی بھی قوم کا مشترکہ نصب العین بن جائے۔"
- س5: خارجہ پالیسی سے کیا مراد ہے؟
- جواب: "بیرونی ممالک سے تعلقات استوار کرنا، انہیں فروغ دینا اور قومی مفاد کے حصول کے لیے بین الاقوامی سطح پر مناسب اقدامات اٹھانا، خارجہ پالیسی کہلاتی ہے۔"
- یہ نوٹس taleemcity.com ویب سائٹ سے ڈاؤنلوڈ کیے گئے ہیں۔
- س6: دو قومی نظریہ کی تعریف کریں۔
- جواب: "برصغیر کے تاریخی تناظر میں دو قومی نظریے سے مراد یہ ہے کہ یہاں دو بڑی اقوام آباد ہیں، جن میں سے ایک مسلمان اور دوسری ہندو قوم ہے۔ یہ دونوں اقوام اپنے مذہبی نظریات، اپنے رہن سہن کے انداز اور اجتماعی سوچ میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔"
- س7: علامہ اقبال نے 1930 میں خطبہ آلہ آباد میں کیا ارشاد فرمایا؟
- جواب: 1930ء میں علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے "انڈیا ایک برصغیر ہے ملک نہیں۔ یہاں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگ رہتے ہیں۔ مسلم قوم اپنی جداگانہ مذہبی اور ثقافتی پہچان رکھتی ہے۔" اسی لیے ان کے لیے الگ ملک خواہ یونین میں ہوں یا آزاد، ضروری ہے۔
- س8: قائد اعظم محمد علی جناح نے 1943 کے اجلاس منعقدہ کراچی میں کیا ارشاد فرمایا؟
- جواب: 1943ء میں کراچی میں پاکستان اور اسلام کے باہمی رشتے کو واضح کرتے ہوئے قائد اعظم نے فرمایا۔ "وہ کونسا رشتہ ہے جس سے منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر اس ملت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اس اُمت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے۔"